تصدیق
جلد۱۰شمارہ۰۵،۲۰۲۳

Article

ESSVI KHAN BAHADUR THE FIRST SIMPLE STYLE WRITER OF URDU DASTAN

عیسوی خان بہادر کی داستان گوئی اردو میں سادہ گوئی کا نقش اول

Laila Noor*[1], Dr. Badshah Munir Bukhari*[2]
[1] Ph.D research Scholar Department of Urdu University of Peshawar
[2] Department of Urdu University of Peshawar
*Correspondence: badshahmunir@uop.edu.pk

1 لیلیٰ نور،ڈاکٹر بادشاہ منیر بخاری[2]

[1] پی ایچ۔ڈی اسکالر شعبہ اردو جامعہ پشاور ، [2] شعبہ اردو جامعہ پشاور

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210
DOI:https://doi.org/10.56276/tasdiq.v5i01165
Received:20-06-2023
Accepted:07-07-2023
Online:10-07-2023

Copyright: © 2023 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license
https://tasdeeq.riphahfsd.edu.pk

ABSTRACT:
The Dastan written by Essvi Khan Bahadur" The story of Maher Afrooz and Dilbar" is the first Urdu Dastan of North India written in the common language of the period. In this period, the Dastan's were written in a difficult and Persian-influenced language. Based on this, the writers of Fort William College later popularized the plain language and provided an easy literary style to Urdu literature.

KEYWORDS: Urdu ,language, Essvi Khan Bahadur, Maher Afrooz wa dilbar, literature ,Dasta

اردو زبان کی معلوم تاریخ کے حوالے سے کئی ایک نظریات موجود ہیں مگر اس بات پر سب متفق ہیں کہ ہندوستان میں اعلیٰ ذات کے ہندو سنسکرت بولتے تھے اور نچلی ذات کے ہندو پراکرتوں میں بات چیت کیا کرتے تھے سنسکرت چونکہ ہندو مذہب کی زبان قرار پائی تھی اور وید اسی زبان میں لکھے گئے تھے اس لیے اس زبان کے تحریری نمونے محفوظ صورت میں قبل مسیح سے پہلے کے مل جاتے ہیں پھر اس زبان میں بیسویوں شاستر بھی لکھے گئے مگر اس دور میں مروج پراکرتوں کو نہ تو کسی نے لکھنے کی کوشش کی اور نہ ہی محفوظ کرنے کی اس لیے ان پراکرتوں کا تحریری ثبوت موجود نہیں ہے وقت کے ساتھ ساتھ آبادی بڑھتی گئی اور لوگ نئے علاقے اور شہر آباد کرنے لگے یوں پراکرتوں میں بھی فرق آنے لگا اور مختلف علاقوں میں بولی جانے والی پراکرتوں میں فرق نمایاں ہونے لگا اور مختلف علاقوں میں بولی جانے ولی پراکرتوں کو اب اپ بھرنشوں میں تقسیم کیا جانا لگا۔ ایک ہزار عیسوی کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد شروع ہوتی ہے اور یہ بات قرین قیاس ہے کہ نووارد مسلمان جو بیشتر صوفیا تھے اونچی ذات کے ہندوؤں ان سے بات چیت کرنا خلاف مذہب سمجھتے تھے اس لیے یقیناً ان کا واسطہ نچلی ذات کے ہندوؤں سے ہوا ہو گا جو اس دور میں اپ بھرنش بولتے تھے۔ مسلمان صوفیا ہندوستان کے جن شہروں میں آباد ہوئے وہاں کی مقامی اپ بھرنشوں پر ان کی بولی یا زبان کے اثرات پڑے ہوں گے اور یہ اثرات فارسی اور عربی کے تھے، صدیوں کے اس ملاپ کے نتیجے میں دہلی اور آس پاس کی بولی جانے والی اپ بھرنش جسے "مدھیہ دیشی"[i] کا نام دیا جاتا ہے وہ بولی ہے جس میں اردو زبان کے ابتدائی نقوش ملتے ہیں پھر مغلوں کے دربار میں اس زبان کی پذیرائی اور شعراو داستان گویاں کی اس میں دلچسپی کی وجہ سے یہ زبان دیگر اپ بھرنشوں کے مقابلے میں زیادہ ترقی کرتی چلی گئی جسے بعد میں پرتگالیوں، ولندیزیوں، فرنچ اور انگریزوں نے بھی اہمیت دی خصوصاً عیسائی مبلغین نے اپنی تبلیغ کے لیے اس زبان کا انتخاب کیا[ii] یوں یہ ہندوستان بھر میں رابطے کی زبان کی بن گئی فورٹ ولیم کالج کی کوششوں سے یہ تدریس کی زبان بنی[iii] اور ۱۸۳۷ میں اسے ایسٹ انڈیا کمپنی نے دفتری اور سرکاری زبان کا بھی درجہ دیا[iv] یوں یہ زبان ہندوستان بھر کی لنگوا فرنکا بن گئی۔

اردو زبان کو بہت جلد ادبی زبان کا درجہ مل گیا تھا مگر اردو زبان کو سہل اور آسان بنانے کا عمل اٹھارویں صدی میں شروع ہوا دور جدید کے بیشتر محققین اس کا سہرا فورٹ ولیم کالج کے تدریسی ضروریات کے لیے لکھی گئیں کتابوں کے سر سجاتے ہیں لیکن ایسا عملاً نہیں ہے۔ فورٹ ولیم کالج کی اردو نثر ۱۸۰۲ کے بعد کی تخلیق کی گئی ہیں جبکہ اردو میں اس سے پہلے بھی یہ کوششیں کی گئی ہیں۔ سب رس کی زبان بے حد پیچیدہ اور ناپختہ ہے پھر شمالی ہند میں نوطرز مرصع کی زبان بھی فارسی مشکل اسلوب کی اردو کاپی ہے ایسے میں اٹھارویں صدی کے چوتھی دہائی میں عیسوی خان بہادر کی تصنیف "قصہ مہر افروز و دلبر" لکھی جاتی ہے جس کی زبان اس دور میں بولی جانے والی کھڑی بولی یا برج بھاشا سے بہت قریب ہے یہ ایک طبع زاد مختصر داستان ہے[v] اس داستان میں بھی فارسی داستانوں کے تمام عناصر پائے جاتے ہیں مگر اس کا ماحول خالصتاً ہندوستانی ہے اور تخصیصاً دہلی کا ہے۔ اس کے کرداروں میں بادشاہ، شہزادے، وزیر، وزیر زادے، شہزادیاں، دیو، دیونیاں، پیر و فقیر ہیں جو کہ عموماً فارسی داستانوں میں ہوتے ہیں مگر اس داستان میں جادوگر، ساحر اور عیار کے کردار نہیں ہیں اس داستان

اور آرائش محفل کی کہانی بہت ملتی جلتی ہے قصہ کے بیشتر کرادر علامتی ہیں، داستان کا پلاٹ بھی دیگر داستانوں کی طرح ہی ہے جس میں کئی ایک کہانیوں کو یکجا کیا گیا ہے مگر اس داستان کی جو اصل خوبی ہے وہ ہے اس کا اسلوب، جس دور میں مقفع و مسجع اسلوب کو کامیابی کا ذریعہ اور شہرت کا سبب جانا جاتا ہو اس دور میں عام فہم اور سادہ اسلوب میں لکھنا بلکہ سہل عبارت لکھنا بہت مشکل کام تھا داستان کو عام بول چال کی زبان میں لکھنا کا سہرا یقیناً عیسوی خان بہادر کے سر جاتا ہے جن کے تتبع میں فورٹ ولیم کالج کے لیے میر امن دہلوی نے باغ و بہار لکھ کر اس اسلوب کو ترتیب اور مزید وسعت دی۔

اس سے پہلے کی جتنی بھی اردو تحریریں موجود ہیں ان میں دہلی کا عام روزمرہ یا پھر ہندی شاعری کی تشبیہات ،تمثیلات اور تلازمے کا دور دور تک پتہ نہیں چلتا تھا بلکہ فارسی زادہ سہ نثر ظہوری[vi] کا تتبع کیا جاتا تھا جس دور میں یہ داستان تخلیق ہوئی اس دور میں دہلی میں جو اردو بولی جاتی تھی وہ خالصتاً فارسی تراکیب اور مزاج میں گتھی ہوئی ہوتی تھی جبکہ اسی دور میں کھڑی بولی اور برج بھاشا کو دربار میں مسترد کر دیا گیا تھا اور اس کے بولنے چالنے والوں کو تہذیب یافتہ نہیں سمجھا جاتا تھا اس دور میں مصنف کے سامنے اردو کے کسی اور داستان کا نمونہ بھی موجود نہیں تھا البتہ فارسی داستانیں عام تھیں اسی دور میں بھگتی اور رتی کال کی شاعری بھی عوام میں مقبول تھی ۔فارسی داستانوں میں بر موقع بر محل اشعار کی بھرمار ہوا کرتی تھی اور داستان گو اپنی علمیت کی دھاک بٹھانے کے لیے ان اشعار کا استعمال کیا کرتے تھے لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ قصہ مہر آفروز و دلبر میں ایک بھی شعر موجود نہیں ہے اس دور میں دوہوں کا بھی بہت رواج تھا مگر پورے داستان میں کسی بھی جگہ کوئی دوہا درج نہیں کیا گیا جو یقیناً باعث حیرت ہے۔

اس داستان کی زبان اس دور کی عوامی بول چال کی زبان ہے مگر اس میں تخئیل کی بے پناہ قوت موجود ہے یہ وہ دور ہے جب اردو زبان اسلوب کے نئے سانچوں میں ڈھل رہی تھی مصنف نے کمال مہارت سے قصہ کے لیے وہ زبان چنی جو اس دور میں مقامی کہلائی اس کا ادبی سطح پر وسیع استعمال کیا ہے اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ عیسوی خان بہادر اس اسلوب کے بانی ہیں یہ اسلوب فارسی سے اخذ شدہ اسلوب کے مقابلے میں اس وقت زیادہ اہمیت کا حامل نہ تھا مگر اس اسلوب میں مستقبل کے لیے بہت کچھ موجود تھا جسے بعد میں آنے والے ادیبوں نے کاملیت بخشی اور آج ہم جو اردو کا عمومی اسلوب دیکھ رہے ہیں جو فارسی کے مزاج سے بالکل مختلف اور اردو زبان کے اپنے رنگ روپ میں ہے۔

عیسوی خان بہادر کا ایک اور کمال یہ بھی ہے کہ اس نے نہ تو عریانی کا سہارا لیا اور نہ ہی وہ مبلغ اخلاق بننے کی کوشش کرتا ہے فارسی داستانوں میں داستان گو ہر دو کا سہارا لیتا ہے بلکہ داستانوں میں دلچسپی پیدا کرنے کے یہی دو وسیلے اس کے پاس ہوتے ہیں اردو زبان کی پہلی داستان "سب رس"[vii] کا اگر جائزہ لیا جائے تو اس میں جاوید وششٹ نے چونسٹھ گریزوں کا ذکر کیا ہے ان گریزوں میں وجہی نے نصیحتیں اور وعظ کیا ہے[viii] یہی نہیں جہاں جہاں اسے ضرورت محسوس ہوتی ہے وہ عریانی کا بھی سہارا لیتے ہیں اردو کی دیگر داستانوں میں بھی مذکورہ بالا دونوں سلسلے تواتر کے ساتھ ملتے ہیں مگر عیسوی خان بہادر کسی بھی جگہ یہ کوشش نہیں کرتا نہ تو وہ مذہب کی تبلیغ کرتا ہے اور نہ ہی

عریانی سے قصہ کو رنگین کرنے کی کوشش کرتا ہے اس وجہ سے اس داستان کے کرداروں میں وہ جان نہیں ہے جو دیگر داستانوں کے کرداروں میں ہے مگر مصنف نے سراپا نگاری میں اپنا کمال دکھایا ہے جو اردو کے دیگر داستانوں کے مقابلے میں بہت جاندار ہے۔

اس قصہ کے آخر میں بطور ضمیمہ دو نصیحتوں کو بھی شامل کیا گیا ہے یہ دونوں نصیحت نامے دراصل فارسی سے ماخوذ ہیں، قصہ مہر آفروز و دلبر میں مقامی زبان کا استعمال ہے مگر یہ استعمال افضل کی "بکٹ کہانی"[ix] کے مقابلے میں بہت بہتر اور قابل فہم ہے۔

شاہجہان نے جب آگرہ سے دہلی دارالسطنت کو دہلی منتقل کیا تو زبان پر اس کا بہت اثر پڑا تھا اس لیے کہ دہلی کی مقامی بولی کھڑی بولی اور ہریانوی تھی جبکہ آگرہ میں برج بھاشا کا رواج تھا اس دور میں برج بھاشا میں فارسی کی آمیزش بہت ہو چکی تھی جبکہ کھڑی بولی ابھی مقامی اثرات کے زیر اثر تھی یہ وہ دور ہے جب جدید اردو کا ڈھانچہ تیار ہو رہا تھا اور مقامی اثرات سے نکل کر اردو زبان اپنی ایک الگ شکل اور ساخت میں بولی اور لکھی جانے لگی تھی اسی دور میں فائز، فضلی اور عیسوی خان کی تحریری میں اس نئی مگر کسی حد تک مکمل زبان کا استعمال ہمیں ملتا ہے۔

مسعود حسین خان لکھتے ہیں

> "یہ قدما کی زبان کا پہلا ہیولیٰ یا زبان دہلی کا پہلا ادبی نقش ہے جس پر ایک طرف ہندی شاعری کی چھاپ ملتی ہے دوسری طرف فارسی داستانوں کے جملوں کا دروبست پایا جاتا ہے دہلی کے محاورے میں دراصل اردو قصہ کہنے کی یہ پہلی کوشش ہے مصنف اس تصنیف میں اردو کے بنیادی اسلوب کی داغ بیل ڈال رہا ہے جس پر بعد کو میر امن اور ان کے رفقا نے جدید اردو نثر کی عمارت کھڑی کی ہے"[x]

شمالی ہند کے اہم مصنفین فائز اور فضلی کی زبان کتابی ہے جو اس تسلسل کا حصہ ہے جو دکن سے شمالی ہند تک آئی تھی مگر عیسوی خان بہادر نے ان کے مقابلے میں مقامی زبان کا انتخاب کیا جس میں اس دور کا روزمرہ اور محاورہ دونوں اپنی مکمل شکل میں موجود ہیں یہ وہ دور ہے جب اردو کو زبان دہلوی کے نام سے پکارا جاتا تھا اور اس میں گفتگو کرنے والے کو دوسروں سے ممتاز سمجھا جاتا تھا زبان دہلوی میں برج بھاشا کا اثر بہت کم رہ گیا تھا اور اس زبان میں موجودہ اردو کا صرفی ڈھانچہ مکمل صورت میں آگیا تھا اگر عیسوی خان بہادر کی داستان قصہ مہر آفروز و دلبر ہمارے سامنے نہ ہوتی تو شاید فورٹ ولیم کالج کی نثر بھی مشکل سے وجود میں آتی اس لیے کہ ایک طرف فارسی سے متاثر زبان تھی جبکہ دوسری طرف برج بھاشا کا مشکل لہجہ اور محاورے سے عاری وجود دونوں صورتوں میں اردو زبان کا حقیقی وجود سامنے نہیں آتا، اس دور میں فارسی آمیز اردو اتنی عام تھی کہ مستشرقین اردو کو فارسی کی بیٹی سمجھتے تھے جس کی سب سے بڑی وجہ فارسی کا مروجہ چلن تھا جو دربار سے لیکر بازار تک رائج تھا اور فارسی بولنا یا بہت زیادہ مشکل فارسی الفاظ و تراکیب کا مقامی زبانوں میں شامل کر کے بولنا علمیت و قابلیت کی نشانی سمجھا جاتا تھا۔ عیسوی خان بہادر نے اس زمانے کے اسلوب اور ادبی چلن کو یکسر بدل کر رکھ دیا اور ایک نئے اسلوب اور چلن کی ابتدا کی یوں اردو داستانوں کو ایک سادہ آسان مگر بھرپور ادبی اسلوب میسر آیا۔

یہ ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے

"تب گل رخ نے کہا کہ بلغ کا ایک بادشاہ تھا شاہ عالم اس کا نانو تھا۔ ایک بار ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ شکار میں وہ اپنی فوج سے علاحدہ پڑ جاتا ہے اور راہ بھول جاتا ہے۔ دیکھے تو کیا، تو ایک جنگل بہت دلچسپ ہے اور تالاب اور عمارتیں بہت اچھی ہیں اور درخت بہت سے گھن ہیں، تنہوں کے اوپر جانور ہر ایک طرح طرح کے بولتے ہیں"[xi]

عیسوی خان بہادر اردو میں سادہ ادبی اسلوب کے سرخیل ہیں۔ جن کا اسلوب اپنے زمانے میں نیا اور عمومی رواج سے ہٹ کر تھا مگر بعد میں اس اسلوب نے اردو زبان کو شہکار ادبی سرمایہ دیا۔

---

[i] ڈاکٹر مسعود حسین خان، مقدمہ تاریخ زبان اردو، آزاد کتاب گھر، دہلی ۱۹۵۴ص ۲۳

[ii] مولوی عبد الحق، اردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا کام، انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ ۱۹۴۶ص ۲۱

[iii] پروفیسر وقار عظیم سید، فورٹ ولیم کالج تحریک اور تاریخ، یونیورسل بکس، لاہور ۱۹۸۴ص ۸۶

[iv] محمد افضل الدین اقبال، ایسٹ انڈیا کمپنی کے علمی ادارے، ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد، ۲۰۰۳ص ۲۲

[v] ڈاکٹر مسعود حسین خان، قصہ مہر افروز و دلبر مصنفہ، عیسوی خان بہادر پیش نامہ، انجمن ترقی اردو دہلی، ۱۹۸۸ص ۱۶

[vi] ملا نورالدین ظہوری، سہ نثر ظہوری، مطبع نامی منشی نولکشور، دہلی ۱۸۶۲

[vii] وجہی، ملا، سب رس، مرتبہ عبد الحق، انجمن ترقی اردو اورنگ آباد ۱۹۳۲

[viii] جاوید وششٹ، وجہی، ساہتیہ اکادمی، دہلی ۱۹۸۴ص ۸۳

[ix] محمد افضل افضل، بکٹ کہانی، بارہ ماسہ مرتبہ نور الحسن ہاشمی، مسعود حسین خان، ادارہ فروغ اردو ۱۹۷۰

[x] مسعود حسین خان، ڈاکٹر قصہ مہر افروز و دلبر از عیسوی خان بہادر، انجمن ترقی اردو ہند نئی دہلی ۱۹۸۸ص ۲۰

[xi] ایضاً ص ۹۷